حضور ﷺ نے فرمایا: "البرکۃ مع اکابرکم" برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہیں۔
(رواہ ابن حبان باسناد صحیح)

تحقیقی، علمی و اصلاحی

اشاعت نمبر ۱۸

رسالہ

دِفاعِ اَسلاف

ہند

فہرست مضامین

زیرِ سرپرستی

مصلح ملت
حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب
دامت برکاتہم

قبروں سے فیض حاصل کرنے کا مسئلہ اور عقیدہ علمائے اہل سنت ۔

-مفتی ابو احمد ابن اسماعیل المدنی

-مولانا عبد الرحیم قاسمی

-ڈاکٹر ابو محمد ،شہاب علوی

بعض ناواقف قسم کے حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علماء دیو بند، قبروں کے فیض کے قائل ہیں اور یہ قبر پرستوں و مبتدعین کا عقیدہ ہے۔(ماہنامہ السنۃ، جہلم: ش ۷۳-۷۸)

الجواب:

معلوم ہوتا ہے کہ معترض صاحب علماء اہل سنت، علماء دیو بند کے نزدیک قبر سے فیض لینے کے حدود سے ناواقف ہیں، کچھ عبارات درج ذیل ہیں:

- مشہور محدث، فقیہ ظفر احمد بن لطیف احمد عثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں کہ

ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ سے مرنے کے بعد بھی فیض روحانی حاصل ہوسکتا ہے، اور جو لوگ اس کے اہل ہیں، ان کے لئے **بشرائط مخصوصہ اولیاء کے مزارات پر جا کر ان سے فیض حاصل کرنا ہمارے نزدیک جائز بھی ہے، ہم تو صرف اس کو حرام کہتے ہیں کہ ان کو حاجت روا سمجھا جائے یا خود ان سے مزار پر جا کر یا دور ہی بیٹھے یہ کہا جائے کہ تم ہمارا یہ کام کردو**۔ باقی ان سے توسل کرنے یا ان کی روحانیت سے فیض حاصل کرنے کو ہم منع نہیں کرتے۔(**مقالات عثمانی: ج ۲: ص ۳۰۳**)

* نیز ایک اور جگہ تحریر کرتے ہیں کہ

جو استعانت و استمداد بالمخلوق با عتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرۃ کسی دلیل سے ثابت ہو، جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حیی ہو یا میت ۔۔۔ پس استعداد ارون مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے [یہی] قسم [ہے] ۔۔۔۔(**مقالات عثمانی: ج ۲: ص ۳۱۹-۳۲۰**)

- حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

۔۔۔ ایسے ہی کشف ہے، کشف سے بعض موتی کا علم بالمستفیض اور قصد افاضہ ثابت ہے- **پس اس افاضہ کا بدرجہ ظن قائم ہونا جائز ہوگا اور چونکہ دلیل ظنی دوسروں پر حجت نہیں**- اسلئے اس کا مطلقا انکار بھی جائز ہے لیکن امر قابل تنبیہ یہ ہے کہ ارواح سے ایسا استفادہ مستفید میں بعض شرائط پر موقوف ہے اس واسطے عام طور پر اس میں مشغول ہونا وقت کو ضائع کرنا ہے ۔۔۔(**ملفوظات حکیم الامت: ج ۲۳: ص ۵۶**)

* ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

اسی طرح صوفیہ فیوض باطنی میں مشائخ احیاء و اموات سے مستفیض ہوتے ہیں اور یہ کشف اور تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ نفع ہوتا

ہے۔اس لئے اس نفع کا ظنا اعتقاد رکھنا جائز ہے۔لیکن اس میں مستقل سمجھ کر اعانت کرنا جیسا کہ عوام کا اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ مستقل حاجت روا سمجھتے ہیں بالکل ناجائز ہے۔(**مقالات حکمت: ج ۲:ص ۲۴۴-۲۴۵،طبع مع ملفوظات حکیم الامت: ج ۱۳**)

- مشہور محدث،فقیہ، حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں کہ

''أما المحدثون فلا أراهم يجوزونه، ولكن أجيز أنا لكونه ثابتا عند أرباب الحقائق. غير أنه ينبغي لمن كان أهلا له، أما من كان منغمسا في الظلمات، فلا خير فيه''

میں نے محدثین میں سے کسی کو قبروں کے فیض کے قائل نہیں دیکھا،لیکن میں اس کو جائز مانتا ہوں کیونکہ یہ فیض ارباب حقائق [یعنی صوفیاء،عارفین وغیرہ] کے نزدیک ثابت ہے،مگر یہ کہ وہ قبر سے فیض حاصل کرنے کی اہلیت رکھتا ہو،بہرحال وہ شخص جو اندھیروں میں غرق ہو[یعنی جو قبر سے فیض حاصل کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو]،اس کے لئے اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔(**فیض الباری: ج ۴:ص ۱۸۸،مع حاشیۃالشیخ محمد بدر عالم المیرتھي**)

* ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

''فينبغي أن يرجع في أمثاله إلى كلام العرفاء، فإنهم أعلم بهذا الموضوع، ولكل فن رجال''

مناسب ہے کہ قبر سے فیض اور اس طرح کے مسائل میں عارفین اور صوفیاء کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے، کیونکہ ہر فن کا ایک ماہر ہوتا ہے،اس میدان میں وہ حضرات سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔(**فیض الباری: ج ۳:ص ۵۸۶**)

- فقیہ العصر،مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ) فرماتے ہیں کہ

مزارات اولیاء سے کاملین کو فیض ہوتا ہے،مگر عوام کو اس کی اجازت دینا ہرگز جائز نہیں ہے اور تحصیل فیض کا طریقہ کوئی خاص نہیں ہے، جب جانے والا اہل ہوتا ہے،تو اس طرف حسب استعداد رفیضان ہوتا ہے،**مگر عوام میں ان امور کو بیان کرنا کفر وشرک کا دروازہ کھولنا ہے۔**(**فتاوی رشیدیہ: ص ۱۰۵،طبع مع تالیفات رشیدیہ**)

* حضرت تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) کہتے ہیں کہ

حضرت مولانا گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ) سے کسی نے دریافت کیا کہ قبروں سے فیض ہوتا ہے یا نہیں فرمایا کس کو؟اس سائل نے عرض کیا کہ مثلا مجھ کو فرمایا کہ تم کو نہیں ہوگا۔

پھر حضرت تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ مطلب یہ کہ اہل اللہ کو ہوتا ہے سبحان اللہ کیسا جواب دیا۔(**ملفوظات حکیم الامت: ج ۲۶:ص ۲۲۹**)

- صاحب بذل المجہود،مولانا محدث خلیل احمد سہارنپوریؒ (م ۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں کہ

''اما الاستفادة من روحانية المشائخ الاجلة ووصول الفيوض الباطنية من صدورهم او قبورهم فيصح على الطريقة المعروفة فى اهلها وخواصها لا بما هو شائع فى العوام''

رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض پہنچنا سو بیشک صحیح ہے، مگر اس طریق سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے، نہ اس طرز سے جو عوام میں رائج ہے۔ **(المہند علی المفند: ص ۴۵)**

- دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند کا فتوی ہے کہ

بعض صاحب نسبت بزرگ کو کشف قبوری بھی ہوتا ہے اور جس طرح خواب میں آدمی دیکھتا اور باتیں کرتا ہے اسی طرح کشف میں ہوتا ہے۔ **(سوال و جواب نمبر ۹۶۸)**

* ایک اور فتوے میں ہے کہ

بعض اصحاب قبور سے فیض حاصل ہونا ممکن ہے، مگر ہر ایک کو نہیں، صرف اہل کو۔ **(سوال و جواب نمبر ۵۲۳۹۷)**

* ایک فتوے میں لکھا ہے کہ

بزرگان دین کی قبروں سے ان لوگوں کو فیض پہنچتا ہے، جن لوگوں کو ان بزرگوں سے باطنی مناسبت رہی ہو، اس کی کوئی مخصوص شکل نہیں وہ ایک روحانی فیض ہے، لیکن یہ فیض پہنچانے والے بزرگانِ دین نہیں ہوتے بلکہ یہ فیض اللہ تعالی ہی پہنچاتے ہیں۔ **(سوال و جواب نمبر ۴۲۶۴۹)**

ان عبارات و فتاوی سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہیں کہ علماء اہل سنت، علماء دیوبند کے نزدیک قبر سے فیض کے جواز کی شرط یہ ہیں کہ اس سے مستفید ہونے والے کا یہ عقیدہ ہو، کہ صاحب قبر خود اللہ تعالی کا محتاج ہے اور بغیر اللہ کی حکم و قدرت کے، وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بغیر اللہ کے ارادے کے، وہ ذرہ برابر بھی کسی کو فیض یا کسی قسم کا فائدہ نہیں دے سکتا۔

چونکہ خواص اور صالحین اس کے اہل ہوتے ہیں، اس لئے علماء اہل سنت، علماء دیوبند صرف ان کے لئے اس شرط کے ساتھ اجازت دی ہے۔ برخلاف عوام کے، کیونکہ وہ تو شریعت کے ان باریک مسائل سے لاعلم اور صحیح و غلط کی تمیز سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لئے ان باتوں کو ان کے درمیان بیان کرنا کفر و شرک کا دروازہ کھولنا ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت، علماء دیوبند نے سختی کے ساتھ عوام کو اس سے منع کیا ہے۔

لیکن قبر سے فیض حاصل کرنے کے سلسلے میں خواص اور اولیاء کے لئے جواز کی اس خاص صورت کو بھی ”قبر پرستی اور عقیدہ توحید کے منافی قرار دینا“ دین اسلام میں بے جا تشدد ہے، کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ فیض پہنچانے والے بزرگانِ دین نہیں ہوتے بلکہ یہ فیض اللہ تعالی ہی پہنچاتے ہیں۔

<u>قبر سے فیض ”کشف“ کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے:</u>

اور قبر سے فیض کشف کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ **(م ۱۳۶۲ھ)**، محدث ظفر احمد عثمانیؒ **(م ۱۳۹۴ھ)** اور دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند وغیرہ کے اقوال گزر چکے اور کشف کتاب و سنت سے ثابت ہے اور وہ کرامات میں سے ہیں، جس کی تفصیل گزر چکی۔ **(مجلہ دفاع اسلاف: اشاعت نمبر ۱۲: ص ۱۶)**

قبر کے فیض سے صرف ''نسبت کا فائدہ'' حاصل ہوتا ہے، نہ کہ تعلیم کا:

اور پھر قبر کے فیض سے صرف ''نسبت کا فائدہ'' حاصل ہوتا ہے، نہ کہ تعلیم کا۔ چنانچہ حکیم الامت، مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

قبور اولیاء سے یہ فیض ہوسکتا ہے کہ نسبت قوی ہوجائے۔ تعلیم سلوک کا فیض قبور سے نہیں ہوتا۔ احقر نے سوال کیا کہ مزارات سے استفادہ کی کوئی خاص صورت ہے تو فرمایا کہ صرف یہ کہ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر صاحب قبر کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جائے اس سے نسبت کی تقویت ہوتی ہے۔ یہ تقویت نسبت بعض لوگوں کو تو پوری طرح معلوم ومحسوس ہوتی ہے ورنہ کم از کم اتنی بات محسوس ہوتی ہے کہ کوئی نئی کیفیت قلب میں پیدا ہوتی۔

مگر اس میں زیادہ کاوش نہ کرنا چاہیے کیونکہ بعض حضرات اکابر کا مقولہ ہے کہ روبا دہ زندہ بہ کہ شیر مردہ،، یعنی مرے ہوئے شیر سے زندہ لومڑی بہتر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زندہ پیر اگر چہ ناقص ہو، کامل شیخ مردہ سے اسکے حق میں زیادہ مفید ہے کیونکہ وہ تعلیم کرتا ہے اور تعلیم سے بعض اوقات نسبت قوی پیدا ہوجاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مزارات سے حاصل شدہ فیوض وکیفیات پائیدار نہیں ہوتیں۔ مفارقت کے بعد گھٹ جاتی ہیں۔ **(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲۴: ص ۲۲۶)**

* ایک اور مقام پر حضرتؒ (م ۱۳۶۲ھ) کہتے ہیں کہ

طالب اگر صاحب کشف بھی ہوجائے تب بھی اس کو شیخ سے استغنا جائز نہیں کیونکہ اس میں کفایت نہیں ہوتی وجہ یہ ہے کہ فیض کی دو قسمیں ہیں ایک یہ دلالت لفظیہ (یعنی الفاظ کے ذریعہ سے دوسرے تک معانی کو پہنچانا) یعنی تعلیم وتلقین ایک غیر لفظیہ یعنی تقویت نسبت افادہ اور استفادہ میں لفظیہ بہت مفید اور ممد ہے۔ پس صرف قبور سے استفادہ پر بس کرنا غلطی ہے کیونکہ قبور سے اتنا فیض ہوتا ہے کہ حالت موجودہ میں ترقی ہوتی ہے اور بس بخلاف زندہ کے کہ اگر کوئی شبہ ہوتو پیش کر کے حل کرسکتا ہے۔ خوب مشبع (پیٹ بھر کے یعنی پوری تسلی) طور سے تو اس کی برابر ہرگز فیض قبور نہیں ہوسکتا۔ **(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲۷-۲۸: ص ۱۷۵)**

* ایک جگہ ارشاد ہے کہ

ارشاد۔ قبروں سے جو فیض آتا ہے وہ ایسا نہیں جس سے تکمیل ہوسکے یا سلوک طے ہوسکے بلکہ اس کا درجہ صرف اتنا ہے کہ صرف نسبت کی نسبت کو اس سے کسی قدر قوت ہوجاتی ہے۔ غیر صاحب نسبت کو تو خاک بھی فیض نہیں ہوتا۔ صرف صاحب نسبت کو اتنا فیض ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے نسبت کو قوت اور حالت میں زیادت ہوجاتی۔ مگر وہ بھی دیرپا نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے تنور کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر کے لئے جسم میں حرارت پیدا ہوجاتی ہے۔ زندہ مشائخ سے جو فیض ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مقوی دوا کھا کر قوت و حرارت حاصل ہوتی ہے صاحب نسبت کو اول قبر سے فیض لینے کی ضرورت نہیں۔ زندہ شیخ اس کے لئے قبروں سے زیادہ نافع ہے اور ضرورت بھی ہوتو صاحب نسبت کے لئے قبر کا پختہ ہونا ضروری نہیں وہ تو آثار سے معلوم کرلے گا کہ یہاں کوئی صاحب کمال مدفون ہے۔ **(انفاس عیسی: حصہ اول، طبع مع ملفوظات حکیم الامت: ج ۲۱: ص ۲۷)**

* ایک ولائتی مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ضلع پشاور میں کا کا صاحب کی قبر کے گرداگرد وہاں کے سجادہ نشین وغیرہ بغرض استفادہ بیٹھ جاتے ہیں، تو حضرت تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) نے فرمایا یہ فیض معتدبہ نہیں اگر یہ کافی شے ہوتی تو نبی کریمؐ کی قبر شریف کے گرداگرد لوگ بیٹھ جایا کرتے کسی اور سے کوئی کچھ فیض حاصل نہ کرتا نہ ضرورت ہوتی۔ (**الکلام الحسن: حصہ اول، طبع ملفوظات حکیم الامت: ج۲۶: ص ۱۲۵، ۴۶۹**)

معلوم ہوا کہ قبروں کے فیض صرف نسبت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ بھی پائیدار نہیں ہوتا، یعنی مفارقت کے بعد کمی آجاتی ہے، اس لئے کافی نہیں ہے، بلکہ اصل تعلیم و تلقین ہے، کیونکہ زندہ شیخ اس کے لئے قبروں سے زیادہ نافع ہے۔

قبر سے فیض حاصل کرنا، احادیث سے ثابت ہے:

لہذا قبر کے فیض کے سلسلے میں اس حد تک وضاحتیں موجود ہیں، تو کم از کم قبر پرستی کے الزامات وفتوے بازی کرنا درست نہیں ہے، خاص طور سے جب کہ احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ثقہ، حافظ، صاحب السنن، امام ابوعیسی، محمد بن عیسی الترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن عبد الملك بن أبي الشوارب قال: حدثنا يحيى بن عمرو بن مالك النكري، عن أبيه، عن أبي الجوزاء، عن ابن عباس، قال: ضرب بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم خباءه على قبر وهو لا يحسب أنه قبر، فإذا فيه إنسان يقرأ سورة تبارك الذي بيده الملك حتى ختمها، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله إني ضربت خبائي على قبر وأنا لا أحسب أنه قبر، فإذا فيه إنسان يقرأ سورة تبارك الملك حتى ختمها. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هي المانعة، هي المنجية، تنجيه من عذاب القبر۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے ایک صاحبؓ نے قبر پر خیمہ لگایا، انہیں پتہ نہیں تھا کہ وہ قبر ہے، تو اس میں ایک شخص سورہ ملک کی تلاوت کر رہے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے پوری سورت کی تلاوت کی، تو وہ صحابیؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا، حالانکہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ وہ قبر ہے، تو اس میں ایک شخص سورہ ملک کی تلاوت کر رہے تھے، یہاں تک کہ سورت کے ختم تک اس کی تلاوت کی، تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ روکنے والی ہے، وہ نجات دلانے والی ہے، اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ (**سنن الترمذی: حدیث نمبر ۲۸۹۰**)

حدیث پر کلام اور اس کا جواب:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ یحیی بن عمرو بن مالک النکریؒ متکلم فیہ ہے، لیکن وہ متابع میں قابل قبول ہیں۔ چنانچہ حافظ ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ "**صويلح، يعتبر به**"۔ (**تہذیب الکمال: ج ۳۱: ص ۴۷۸**) یہی وجہ ہے کہ اس روایت کے بارے میں امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ "**تفرد به يحيى بن عمرو النكدي، وهو ضعيف إلا أن لمعناه شاهدا عن عبد الله بن مسعود**"۔ (**دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ۷: ص ۴۱**)

اور یحیی کی یہ روایت کی متابعات قاصرہ وشواہد کے لئے دیکھئے **سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ج ۳: ص ۱۳۱، حدیث نمبر ۱۱۴۰، فضائل**

القرآن للمستغفری: ج ۲: ص ۶۴۳، أهوال القبور لابن رجب: ص ۴۰، شرح الصدور بشرح حال الموتی و القبور: ص ۱۹۰، الاسماء والکنی لابی احمد الحاکم: ج ۵: ص ۳۷۶۔[۱]

(۱) ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو حاتم مکی بن عبدان حدثنا أحمد یعنی ابن یوسف السلمی حدثنا حماد بن سلیمان الحرانی حدثنا عیسی بن عبد الرحمن الأنصاری أبو عبادة قال أخبرنی ابن شهاب أخبرنی عامر بن سعد بن أبی وقاص عن إسماعیل بن طلحة بن عبید الله، عَن أبیه قال: أردت مالا لی بالغابة فأدرکنی اللیل فقلت لو أنی رکبت فرسی إلی أهلی لکان خیرا لی من المقام هاهنا فرکبت حتی إذا جئت ودنوت من قبور الشهداء من القناة استوحشت فقلت لو أنی ربطت فرسی فأویته إلی قبر عبد الله بن عَمْرو [بن حرام] ففعلت فو الله ما هو إلا أن وضعت رأسی سمعت قراءة فی القبر ما سمعت قراءة قط أحسن منها فقلت هذا فی القبر لعله فی الوادی فاخرج إلی الوادی فإذا القراءة فی القبر فرجعت فوضعت رأسی علیه فإذا قراءة لم أسمع مثلها قط، فأستأنست وذهب عنی النوم فلم أزل أسمعها حتی طلع الفجر فلما طلع الفجر هدأت القراءة وهدأ الصوت حتی أصبحت فقلت لو جئت النبی صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فأخبرته فجئت إلی رسول الله صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فذکرت ذلك له فقال ذاك عبد الله بن عَمْرو ألم تعلم یا طلحة أن الله قبض أرواحهم فجعلها فی قنادیل من زبرجد و یاقوت علقها وسط الجنة فإذا کان اللیل ردت علیهم أرواحهم فلا تزال کذلك حتی إذا طلع الفجر ردت أرواحهم إلی مکانهم الذی کانت فیه۔ (الأسامي والکنی لابی احمد الحاکم: ج ۵: ص ۳۷۶)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔ (سیر، الروض الباسم)

(۲) ابو حاتم، مکی بن عبدانؒ (م ۳۲۵ھ) بھی ثقہ مامون ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۵۱۵)

(۳) احمد بن یوسف السلمیؒ (م ۲۶۴ھ) صحیح مسلم وغیرہ کے راوی اور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (تقریب: رقم ۱۳۰)

(۴) حماد بن سلیمان النیسابوریؒ مقبول ہیں۔ (غنیۃ الملتمس: ج ۱: ص ۱۶۶، تاریخ نیسابور: ص ۲۱، ۱۵، نیز دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۱۶: ص ۳۱)

(۵) ابو عبادۃ، عیسی بن عبد الرحمٰن الانصاری ضعیف ہے۔ (تقریب: رقم ۵۳۰۶، علل الحدیث لابن ابی حاتم الرازی: رقم ۱۶۱۸)

(۶) ابن شہاب الزہریؒ (م ۱۲۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، فقیہ، متقن، حافظ الحدیث ہیں۔ (تقریب: رقم ۶۲۹۶)

(۷) عامر بن سعد بن ابی وقاصؒ (م ۱۰۴ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۰۸۹)

(۸) اسماعیل بن طلحہ بن عبید اللہؒ صدوق ہیں، ان شاء اللہ۔ (انساب الاشراف للبلاذری: ج ۱۰: ص ۱۳۶، الجوهرة في نسب النبي وأصحابه العشرة: ج ۲: ص ۳۲۱)

(۹) طلحہ بن عبید اللہؓ (م ۳۶ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ (تقریب)

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، سوائے ابو عبادۃ، عیسی بن عبد الرحمٰن الانصاری کے اور یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن رجبؒ (م ۷۹۵ھ) اور حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (أهوال القبور لابن رجب: ص ۴۰، شرح الصدور بشرح حال الموتی و القبور: ص ۱۹۰) لیکن یہ ابن عباسؓ کی روایت کے لئے شاہد ہیں۔ واللہ اعلم

غالباً یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ (م۲۷۹ھ) نے اس روایت کو "حسن غریب" قرار دیا ہے۔(سنن الترمذی: حدیث نمبر ۲۸۹۰، ت احمد شاکر، نیز دیکھئے الاحکام الوسطی: ج ۴: ص ۳۳۷، تفسیر القرطبی: ج ۱۸: ص ۲۰۵، التذکرۃ للقرطبی: ج ۱: ص ۴۱۹، کشف المناہج و التناقیح لصدر الدین المناوی: ج ۲: ص ۲۳۳، ہدایۃ الرواۃ الی تخریج احادیث المصابیح والمشکاۃ لابن حجر: ج ۲: ص ۳۸۰)

- حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م۴۳۰ھ) کہتے ہیں کہ "لم نکتبه مرفوعا مجودا إلا من حديث يحيى بن عمرو، عن أبيه"۔ (حلیۃ الاولیاء: ج ۳: ص ۸۱)

- امام ابوعبداللہ الحاکم الصغیرؒ (م۴۰۵ھ) اور حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م۴۶۳ھ) نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الخصائص الکبری للسیوطی: ج ۱: ص ۳۶۴، اعلام الموقعین لابن القیم: ج ۴: ص ۲۳۴)

حافظ ابو محمد البغویؒ (م۵۱۶ھ)، حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ (م۵۸۱ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) وغیرہ نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔(مصابیح السنۃ: ج ۲: ص ۱۲۳، ج ۱: ص ۱۱۰، الاحکام الوسطی: ج ۴: ص ۳۳۷، ج ۱: ص ۶۶، ہدایۃ الرواۃ الی تخریج احادیث المصابیح والمشکاۃ لابن حجر: ج ۱: ص ۵۸، ج ۲: ص ۳۸۰)

لہذا اب حدیث کی صحت پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

حدیث کی تشریح:

غور فرمائیں! اس حدیث میں اس صحابیؓ کو قبر والے سے کرامۃ فائدہ حاصل ہو گیا کہ ان کو سورۃ الملک کی فضلیت معلوم ہو گئی اور قبر سے فائدہ حاصل ہونا، فیض نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟ بالکل اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ کشف - جو کہ کرامات کی ایک قسم ہے، اس - کے ذریعہ سے بھی صاحب دل اور صاحب معرفت کو قبر سے فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی تشریح میں حضرت تھانویؒ (م۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ کشف القبور کبھی بلا قصد و اکتساب ہوتا ہے، جیسے ان صحابی کو ہوا، اس لئے اس کو حال میں داخل کیا گیا اور کبھی کسب و ریاضت سے ہوتا ہے۔ بہر حال حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا۔ فیض باطنی از اہل قبور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہونچا، اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔(التکشف: ص ۴۴۳)

الغرض یہ حدیث کرامات اولیاء پر دلالت کرتی ہے اور حافظ ابوبکر السیوطیؒ (م۹۱۱ھ) کہتے ہیں کہ

قال أبو القاسم السعدي في كتاب الروح هذا تصديق من النبي صلى الله عليه وسلم بأن الميت يقرأ في قبره فإن عبد الله أخبره بذلك وصدقه رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

وقال الإمام كمال الدين بن الزملكاني في كتاب العمل المقبول في زيارة الرسول هذا الحديث واضح الدلالة على أن الميت كان يقرأ في قبره سورة الملك وقد وقع في هذه الرواية ذكر إكرام الله بعض أوليائه بذلك وإكرام بعضهم بالصلاة وكان يدعو الله في حياته بذلك فإذا كان من كرامة الله لأوليائه تمكينهم من الطاعة والعبادة في القبر فالأنبياء بطريق الأولى۔ (شرح الصدور: ص ۱۸۸)

قبر سے فیض حاصل کرنے کی قسمیں:

پھر قبر سے فیض حاصل کرنے کی قسمیں ہیں:

فیض عام:

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ''**وكنت نهيتكم عن زيارة القبور، ثم بدالي فزوروها فإنها ترق القلب وتدمع العين وتذكر الآخرة، فزوروا ولا تقولوا هجرا**'' اور میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، پھر مجھے خیال آیا، پس قبروں کی زیارت کیا کرو، وہ دلوں کو نرم کرتی ہے، آنکھوں سے آنسو بہواتی ہے، اور آخرت کی یاد دلاتی ہے، پس قبروں کی زیارت کرو، البتہ نامناسب بات نہ کہو۔ (**شعب الایمان: ج۱۱: ص۴۶۹، حدیث نمبر ۸۸۴۸-۴۹، واسناده حسن کما قال محقق ھذا الکتاب، نیز دیکھئے المستدرک للحاکم: ج۱: ص۵۳۱-۵۳۲، سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر ۱۵۷۱**)

معلوم ہوا کہ قبروں کی زیارت سے موت اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور دینا سے بے رغبتی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ قبروں سے فیض کی عام شکل ہے، کیونکہ قبروں سے یہ فیض وفائدہ، ہر ایک کو حاصل ہوتا ہے۔

فیض خاص:

قبر سے فیض خاص حاصل کرنے ایک صورت وہی ہے، جس کا ذکر گزر چکا کہ کوئی صاحب نسبت اہل کسی بزرگ یا ولی کی قبر سے ''بذریعہ کشف'' روحانی فیض حاصل کرلیتا ہے، اس کی کوئی مخصوص شکل وطریقہ نہیں وہ ایک روحانی فیض ہے، جب کوئی اہل کسی ولی یا بزرگ کی قبر سے گزرتا ہے، تو ''بذریعہ کشف'' اسکو محسوس ہوجاتا ہے کہ یہاں پر کوئی ولی اللہ کی قبر ہے اور حسب استعدار فیضان ہوتا ہے، واللہ اعلم، اور یہ فیض پہنچانے والے بزرگانِ دین نہیں ہوتے بلکہ یہ فیض اللہ تعالی ہی پہنچاتے ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

نیز نبی ﷺ اور اولیاء اللہ کی قبور سے سلف صالحین وائمہ کو بھی فیض حاصل ہوا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

- ثقہ، حافظ، امام ابومحمد الدارمیؒ (**م۲۵۵ھ**) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو النعمان، حدثنا سعيد بن زيد، حدثنا عمرو بن مالك النكري، حدثنا أبو الجوزاء أوس بن عبد الله، قال: قحط أهل المدينة قحطا شديدا، فشكوا إلى عائشة فقالت: "انظروا قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوى إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف. قال: ففعلوا، فمطرنا مطرا حتى نبت العشب، وسمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم، فسمي عام الفتق.

ابوالجوزاءؒ کہتے ہیں کہ مدینہ میں سخت قحط پڑا، تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے اس کی شکایت کی، اس پر آپؓ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کی قبر اور آسمان کے درمیان ایک کھڑکی کھول دو، جس میں آسمان اور آپ ﷺ کی قبر کے درمیان کوئی چھت نہ ہو، کہتے ہیں: انہوں نے ایسا ہی کیا، پس خوب بارش برسی، جس سے خوب ہریالی ہوئی اور اونٹ تندرست ہوگئے، ان کے جسم پر خوب چربی آگئی، اسی لئے اس سال کو عام الفتق کہتے ہیں۔ (**سنن الدارمی بتحقیق الشیخ حسین سلیم اسد الدارانی: ج۱: ص۲۲۷، حدیث نمبر ۹۳**)

محقق کتاب، محدث حسین سلیم اسد الدارانیؒ (م ۱۴۴۳ھ) کہتے ہیں کہ ''رجاله ثقات وهو موقوف على عائشة''۔ اسی طرح شیخ ابو عاصم، نبیل بن ہاشم الغمری نے بھی اپنی کتاب ''فتح المنان شرح و تحقيق كتاب الدارمي ابي محمد عبد الله بن عبد الرحمٰن'' میں اس حدیث پر موجود تمام اعتراضات کے جوابات دئے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ (ج۱:ص۵۶۰-۵۶۵)

نیز حافظ ابو محمد البغویؒ (م ۵۱۶ھ) کی شرط ''ما كان فيها من ضعيف أو غريب أشرت إليه وأعرضت عن ذكر ما كان منكرًا أو موضوعًا'' اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی بھی شرط ''وما سكت عن بيانه فهو حسن'' کے مطابق، یہ روایت ان دونوں حضرات کے نزدیک کم از کم حسن ہے۔ (**مصابیح السنۃ: ج۴:ص۲۲۸، ج۱:ص۱۱۰، ہدایۃ الرواۃ لابن حجر: ج۵:ص۳۶۲، حدیث نمبر ۵۸۹۴، ج۱:ص۵۸**)

لہذا یہ روایت حسن ہے۔ واللہ اعلم [۱]

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ محدث، امام مظہر الدین الزیدانیؒ (م ۷۲۷ھ) کہتے ہیں کہ ''يحتمل أن ذلك الكشف كأنه وسيلة إلى الله تعالى في الاستسقاء، وكما كان حيا يستسقي فيجاب في الحال، كذلك إذا استسقي به وهو ميت''، ممکن ہے کہ یہ (کھڑکی) کھولنا گویا اللہ تعالیٰ کے حضور (آپ ﷺ کو) وسیلہ بنانا ہے استسقاء کے معاملے میں، اور جیسے زندگی میں آپ استسقاء فرماتے تو اسی وقت آپ کی دعا قبول ہوتی، اسی طرح آپ کے پردہ فرما جانے کے بعد جب آپ کے (وسیلہ سے) استسقاء کیا گیا (تو فوراً دعا قبول ہوئی)۔ (**المفاتیح فی شرح المصابیح: ج۶:ص۱۷۲**)

* فقیہ، امام ابن المالک الکرمانیؒ (م ۸۵۴ھ) نے کہا: ''يحتمل أن تلك الكوى كانت وسيلة إلى الله في الاستسقاء به ميتا كهو حيا''، یہ احتمال ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اس کھڑکی کو اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ بنایا گیا استسقاء کے لئے، جیسے آپ ﷺ موجود ہوں۔ (**شرح المصابیح لابن ملک: ج۶:ص۳۷۲**)

- ثقہ، حجت، فقیہ، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا عبد الملك بن عمرو، حدثنا كثير بن زيد، عن داود بن أبي صالح، قال: أقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر، فقال: أتدري ما تصنع؟ فأقبل عليه فإذا هو أبو أيوب، فقال: نعم، جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم آت الحجر، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تبكوا على الدين إذا وليه أهله، ولكن ابكوا عليه إذا وليه غير أهله۔

---

(۱) بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ ثقہ، ثبت، امام ابو النعمان السدوسیؒ (م ۲۲۴ھ) کا آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا اور امام ابو محمد الدارمیؒ (م ۲۵۵ھ) نے ان سے کب سماع کیا، اس کا کچھ پتا نہیں ہے۔ لیکن یہ اعتراض قابل غور ہے کیونکہ ان کی پیدائش (م ۱۸۱ھ) میں ہوئی اور اوائل (۲۰۰ھ) میں انہوں نے علم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔ لہذا امام ابو النعمان السدوسیؒ (م ۲۲۴ھ) سے بھی قبل الاختلاط روایت لینے کا قوی امکان ہے، لہذا یہ اعتراض قوی نہیں ہے۔

داؤد بن ابی صالح کہتے ہیں کہ ایک دن مروان آیا تو ایک صاحب کو قبر شریف پر چہرہ رکھے ہوئے پایا، تو کہا: آپ کو پتہ ہے آپ کیا کر رہے ہو؟ تو وہ صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے، پھر فرمایا: ہاں (یعنی مجھے پتہ ہے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔۔۔۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر اس وقت نہ رو ؤ جب اہل لوگ اس کے ذمہ دار بنیں، لیکن اس وقت رو ؤ جب نا اہل اس کے والی بنیں۔ **(مسند الامام احمد بن حنبل: ج ۳۸: ص ۵۵۸)**

صاحب المستدرک، امام ابو عبداللہ الحاکم الصغیرؒ (م **۴۰۵ھ**) اور حافظ ذہبیؒ (م **۷۴۸ھ**) نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ **(المستدرک للحاکم: ج ۴: ص ۵۶۰، حدیث نمبر ۸۵۷۱)**، محدث الحسین بن محمد المغربیؒ (م **۱۱۱۹ھ**) نے بھی اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ **(البدر التمام: ج ۵: ص ۴۳۹)**

اس روایت میں بھی حضرت ابو ایوب انصاریؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک سے فیض و برکت حاصل کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

- ثقہ، حافظ، ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (م **۲۳۵ھ**) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار, قال: وكان خازن عمر على الطعام, قال: أصاب الناس قحط في زمن عمر, فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم, فقال: يا رسول الله, استسق لأمتك فإنهم قد هلكوا, فأتى الرجل في المنام فقيل له: ائت عمر فأقرئه السلام, وأخبره أنكم مستقيمون وقل له: عليك الكيس, عليك الكيس, فأتى عمر فأخبره فبكى عمر, ثم قال: يا رب لا آلو إلا ما عجزت عنه۔

ابو صالحؒ مالک دارؒ سے نقل کرتے ہیں، (ابو صالحؒ) کہتے ہیں وہ (مالک الدار) کھانے پینے کی چیزوں پر حضرت عمرؓ کے خازن تھے، (مالک الدارؒ) کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے، تو ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول اپنی امت کے لئے استسقاء فرمائیے، کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، تو اس شخص نے خواب دیکھا، اس سے کہا گیا: عمر کے پاس جاؤ، ان سے سلام کہو، اور انہیں بتاؤ کہ ان پر بارش برسے گی، اور ان سے کہو کہ تم سمجھ داری سے کام لو، تم سمجھ داری سے کام لو، تو وہ صاحب حضرت عمرؓ کے پاس آئے، اور انہیں بتایا، تو حضرت عمرؓ رو پڑے، پھر فرمایا: اے میرے رب میں کوتاہی نہیں کرتا، سوائے اس کام کے جو میں کر ہی نہیں سکتا۔ **(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۳۲۶۶۵)**

اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م **۸۵۲ھ**)، امام السمہودیؒ (م **۹۱۱ھ**)، محدث قسطلانیؒ (م **۹۲۳ھ**) اور امام ابن حجر الہیتمیؒ (م **۹۷۴ھ**) نے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن کثیرؒ (م **۷۷۴ھ**) نے اس کی سند کو جید اور قوی اور ایک جگہ اس کو صحیح بھی کہا ہے۔ **(فتح الباری: ج ۲: ص ۴۹۵، وفاء الوفاء للسمہوری: ج ۴: ص ۱۹۵، المواہب اللدنیۃ للقسطلانی: ج ۳: ص ۳۷۴، حاشیۃ الہیتمی علی شرح الایضاح فی مناسک الحج للنووی: ص ۵۰۰، مسند الفاروق لابن کثیر: ج ۱: ص ۳۱۸، ت امام، البدایۃ والنہایۃ: ج ۱۰: ص ۷۴)**

خلاصہ یہ کہ یہ روایت صحیح ہے۔

اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ اہل مدینہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر مبارک سے فیض حاصل ہوا تھا۔ واللہ اعلم

اولیاء اللہ اور صالحین کی قبروں کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے:

صالحین کے قبروں سے فیض کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ ان کے قبور کے پاس جا کر "اللہ سے دعا" کی جائے، کیونکہ ان کی قبور کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ بھی ائمہ سے ثابت ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

- مشہور حافظ الحدیث، امام عبدالحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کہتے ہیں کہ

"وأعلم أن قبور الصالحين لا تخلو من بركة وأن زائرها والمسلم عليها والقاريء عندها والداعي لمن فيها لا ينقلب إلا بخير ولا يرجع إلا بأجر وقد يوجد لذلك أمارة ويبدو منها بشارة"

اور جان لو کہ صالحین کی قبریں برکت سے خالی نہیں ہوتیں، اور ان کی زیارت کرنے والا اور انہیں سلام کرنے والا اور ان قبروں کے پاس تلاوت کرنے والا، اور جو ان قبروں میں ہیں ان کے لئے دعا کرنے والا، خیر کے ساتھ لوٹتا، اور اجر کے ہمراہ واپس ہوتا ہے، اور کبھی اس کی علامت بھی ظاہر ہوتی ہے، اور ان سے بشارت کا ظہور ہوتا ہے۔ **(العاقبة فی ذکر الموت للاشبیلی: ص ۲۱۸)**

- حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔ **(مناقب معروف الکرخی: ص ۱۹۹)**
- صاحب تفسیر، امام ابوعبداللہ القرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ

"أمره صلى الله عليه وسلم أن يستقوا من بئر الناقة دليل على التبرك بآثار الأنبياء والصالحين، وإن تقادمت أعصارهم وخفيت آثارهم"

حضرت نبی اکرم ﷺ کا (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کے کنویں سے پانی لینے کا حکم فرمانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحینؒ کے آثار سے تبرک حاصل کیا جا سکتا ہے، چاہے اس پر طویل عرصہ گزر چکا ہو اور ان کے آثار مٹ چکے ہوں۔ **(تفسیر القرطبی: ج ۱۰: ص ۴۷)**

- حافظ ابوالخیر، شمس الدین ابن الجزریؒ (م ۸۳۳ھ) کہتے ہیں کہ

"قال المحدث الملا علي القاري الحنفي في مرقاة المفاتيح أثناء حديثه عن الخطيب التبريزي صاحب كتاب مشكاة المصابيح: قال شيخ مشايخنا، علامة العلماء المتبحرين، شمس الدين محمد الجزري في مقدمة شرحه للمصابيح المسمى بتصحيح المصابيح: إني زرت قبره بنيسابور، وقرأت بعض صحيحه على سبيل التيمن والتبرك عند قبره، ورأيت آثار البركة ورجاء الإجابة في تربته"

میں نے نیشاپور میں خطیب تبریزیؒ کی قبر کی زیارت کی، اور تیمن و تبرک کے طور پر آپ کی (کتاب سے) بعض صحیح (احادیث) ان کی قبر کے پاس پڑھی، اور میں نے آپ کی تربت پر برکت کے آثار اور قبولیت کی امید کا مشاہدہ کیا۔ **(تصحیح المصابیح للجزری بحوالہ مرقاۃ المفاتیح للقاری: ج ۱: ص ۱۹)**

- حافظ المغرب، امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ

’’في (هذا) الحديث دليل على التبرك بمواضع الأنبياء والصالحين ومقاماتهم ومساكنهم‘‘

اس حدیث میں، انبیاء اور صالحین کی جگہوں، انکے مقامات اور ان کے گھروں سے تبرک حاصل کرنے پر دلیل موجود ہے۔

(التمہید: ج ۱۳: ص ۶۷)

- حافظ محی الدین النوویؒ (م ۶۷۶ ھ) کہتے ہیں کہ

ثم یرجع إلى موقفه الأول قبالة وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم ويتوسل به في حق نفسه ويستشفع به إلى ربه سبحانه وتعالى ومن أحسن ما يقول ما حكاه الماوردي والقاضي أبو الطيب وسائر أصحابنا عن العتبي مستحسنين له قال كنت عند قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء أعرابي فقال السلام عليك يا رسول الله سمعت الله يقول (ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما) وقد جئتك مستغفرا من ذنبي مستشفعا بك إلى ربي ثم أنشأ يقول:

يا خير من دفنت بالقاع أعظمه

فطاب من طيبهن القاع والأكم

نفسي الفداء لقبر أنت ساكنه

فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ثم انصرف فحملتني عيناي فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقال يا عتبي الحق الأعرابي فبشره بأن الله تعالى قد غفر له۔

پھر اپنی پہلی جگہ واپس آئے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے سامنے اور اپنے حق میں آپ کا وسیلہ پکڑے، اور آپ سے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگارہ میں شفاعت کی درخواست کرے، اور اس وقت عرض حال کیلئے ایک بہترین انداز وہ بھی ہے جسے امام ماوردیؒ، قاضی ابوالطیبؒ اور ہمارے تمام علماء نے عتبیؒ سے پسند کرتے ہوئے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ میں کہتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس تھا، اتنے میں ایک دیہاتی آئے، اور عرض کیا: آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول! میں نے اللہ عزوجل کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے (سورہ نساء: آیت نمبر ۶۴، ترجمہ از: آسان ترجمہ قرآن، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم) اور میں آپ کے پاس اپنے گناہ سے استغفار کرتے ہوئے، اپنے رب کے حضور کے آپ کو شفیع بناتے ہوئے آیا ہوں، پھر یہ اشعار پڑھنے لگے:

اے وہ سب سے بہترین ذات جن کے جسم اطہر کو کسی زمین میں دفن کیا گیا، تو اس جسم اطہر کی عمدگی سے زمین و پہاڑی عمدہ ہوگئیں، میں فدا ہوں اس قبر پر جس میں آپ آرام فرما ہیں، اس (قبر) میں پاکدامنی اور جود وسخا کا پیکر (آرام فرما) ہے، عتبی کہتے ہیں کہ پھر

وہ صاحب واپس چلے گئے، اور مجھے بھی نیند آ گئی، تو خواب میں، میں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عتبی اس اعرابی سے ملو، اور انہیں بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی۔ (**المجموع للنووی: ج۸: ص۲۷۴**)

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ

''وقد تقدم حديث عتبان وسؤاله النبي صلى الله عليه وسلم أن يصلي في بيته ليتخذه مصلى وإجابة النبي صلى الله عليه وسلم إلى ذلك فهو حجة في التبرك بآثار الصالحين''

اور حضرت عتبان کی حدیث اور ان کا حضرت نبی اکرم ﷺ سے گزارش کرنا کہ آپ ﷺ ان کے گھر میں نماز ادا فرمالیں تا کہ اس جگہ کو وہ اپنا مصلیٰ بنالیں اور حضرت نبی اکرم ﷺ کا ان کی درخواست قبول فرمانا، پہلے اس کا بیان ہو چکا ہے، اس میں صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر دلیل موجود ہے۔ (**فتح الباری: ج۱: ص۵۶۹**)

- حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''عن إبراهيم الحربي، قال: قبر معروف الترياق المجرب يريد إجابة دعاء المضطر عنده؛ لأن البقاع المباركة يستجاب عندها الدعاء، كما أن الدعاء في السحر مرجو، ودبر المكتوبات، وفي المساجد، بل دعاء المضطر مجاب في أي مكان اتفق، اللهم إني مضطر إلى العفو، فاعف عني''

ابراہیم حربیؒ کہتے ہیں کہ معروف کرخیؒ کی قبر تریاقِ مجرّب ہے۔ (امام ذہبیؒ کہتے ہیں:) یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس کے پاس مضطر کی دعا قبول ہوتی ہے، اس لئے کہ مبارک جگہوں پر دعا قبول ہوتی ہے، جیسے کہ سحر، فرض نمازوں کے بعد اور مسجدوں میں دعا کی قبولیت کی امید ہے، بلکہ مضطر کی دعا ہر اس جگہ قبول ہوتی ہے جہاں اسے اضطرار کی کیفیت پیش آئے، اے اللہ مجھے معافی کی سخت ضرورت ہے، پس آپ مجھے معاف فرمائیے۔ (**سیر اعلام النبلاء: ج۹: ص۳۴۴**)

* ایک اور جگہ صراحت کے ساتھ، حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ

''والدعاء مستجاب عند قبور الأنبياء والأولياء، وفي سائر البقاع، لكن سبب الإجابة حضور الداعي، وخشوعه وابتهاله، وبلا ريب في البقعة المباركة، وفي المسجد، وفي السحر، ونحو ذلك، يتحصل ذلك للداعي كثيرا، وكل مضطر فدعاؤه مجاب''

انبیاء و اولیاء کی قبروں کے پاس اور تمام جگہوں میں دعا قبول ہوتی ہے، لیکن قبولیت کا سبب دعا کرنے والے کا حضور (قلب)، خشوع اور گڑگڑانا ہے، اور مبارک جگہ میں، مسجد میں، سحر کے وقت وغیرہ میں، بلاشبہ دعا کرنے والے کو یہ چیز (یعنی دعا کی قبولیت) بہت حاصل ہوتی ہے، اور ہر وہ شخص جو سخت پریشانی میں ہو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (**سیر اعلام النبلاء: ج۱۷: ص۷۷**)

معلوم ہوا ائمہ محدثین کی ایک جماعت قبور سے تبرک اور فیض کی قائل ہے۔

اب کچھ ائمہ کے قبروں سے فیض حاصل کرنے کے واقعات بھی ملاحظہ فرمائیں:

* محدث ابوبکر، محمد بن المومل بن الحسنؒ (م ۳۵۰ھ) کہتے ہیں کہ

''خرجنا مع إمام أهل الحديث أبي بكر بن خزيمة وعديله أبي علي الثقفي مع جماعة من مشائخنا وهم إذ ذاك متوافرون إلى زيارة قبر علي بن موسى الرضي بطوس قال فرأيت من تعظيمه يعني بن خزيمة لتلك البقعة وتواضعه لها وتضرعه عندها ما تحيرنا''

- ہم لوگ امام اہل حدیث، امام ابوبکر ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ)، ان کے ہم مثل عالم ابوعلی ثقفی، اور ہمارے مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ، اس وقت وہ (ہمارے مشائخ) بہت سے موجود تھے، طوس میں علی بن موسیٰ الرضی کی قبر کی زیارت کیلئے طوس شہر گئے، کہتے ہیں: پس میں نے ابن خزیمہؒ کو اس جگہ کی اتنی زیادہ تعظیم کرتے، اور اس کے سامنے اتنا تواضع اختیار کرتے اور اس کے پاس اس قدر گریہ وزاری کرتے دیکھا کہ ہم حیران رہ گئے۔ (تاریخ نیسابور للحاکم بحوالہ تہذیب التہذیب: ج ۷: ص ۳۸۸)

- صاحب العلل والرجال، حافظ ابوعلی، حسین بن علی بن یزید بن داود النیسابوریؒ (م ۳۴۹ھ) فرماتے ہیں کہ

''يقول كنت في غم شديد فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في المنام كأنه يقول لي صر إلى قبر يحيى بن يحيى واستغفر وسل تقض حاجتك فأصبحت ففعلت ذلك فقضيت حاجتي''

امام حسین بن علی بن یزید نیشاپوریؒ فرماتے ہیں کہ میں سخت غم میں تھا، تو میں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، گویا آپ ارشاد فرمارہے کہ یحییٰ بن یحییٰ کی قبر کے پاس جاؤ، اور استغفار کرو، اور سوال کرو، آپ کی حاجت پوری کی جائے گی، لہذا جب میں صبح اٹھا تو ایسا ہی کیا، پس میری حاجت پوری کی گئی۔ (تاریخ نیسابور للحاکم بحوالہ تہذیب التہذیب: ج ۱۱: ص ۲۹۹)

- صاحب الصحیح، امام ابوحاتم، محمد بن حبان البستیؒ (م ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ

''ومات علي بن موسى الرضا بطوس من شربة سقاه إياها المأمون فمات من ساعته وذلك في يوم السبت آخر يوم سنة ثلاث ومائتين وقبره بسناباذ خارج النوقان مشهور يزار بجنب قبر الرشيد قد زرته مرارا كثيرة وما حلت بي شدة في وقت مقامي بطوس فزرت قبر علي بن موسى الرضا صلوات الله على جده وعليه ودعوت الله إزالتها عني إلا أستجيب لي وزالت عني تلك الشدة وهذا شيء جربته مرارا فوجدته كذلك أماتنا الله على محبة المصطفي وأهل بيته صلى الله عليه وسلم الله عليه وعليهم أجمعين''

امام علی بن موسیٰ الرضاؒ کا طوس میں انتقال ہوا، ایک شربت پینے کی وجہ سے جو انہیں مامون نے پلایا تھا جس سے آپ کا فوراً انتقال ہوگیا، یہ سنیچر کے دن ۲۰۳ھ کے آخری دن، ان کی قبر نوقان کے باہر سناباذ میں ہے، مشہور ہے، جس کی زیارت کی جاتی ہے، رشید کی قبر کے پڑوس میں ہے، میں نے بہت سی مرتبہ اس کی زیارت کی ہے، جب میں طوس میں تھا اس وقت مجھے کوئی بھی پریشانی ہوتی تو میں ان کی قبر کی زیارت کرتا (ان کے دادا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں) اور اللہ تعالیٰ اس پریشانی کو دور کرنے کی دعا کرتا تو میری دعا ضرور قبول ہوتی اور وہ پریشانی مجھ سے دور ہوجاتی، یہ چیز میں نے بہت مرتبہ آزمایا تو اسے اسی طرح پایا، اللہ تعالیٰ ہمیں مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی

محبت پر وفات دے آپ پر اور ان تمام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہوں۔(کتاب الثقات لابن حبان: ج۸:ص۴۵۷)

- حافظ کبیر، إمام، بارع، متبع للآثار، کثیر التصانیف، امام ابوبکر ابن ابی عاصمؒ (م۲۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ

''وقد رأیت جماعة من أهل العلم وأهل الفضل إذا هم أخذهم أمر قصد إلی قبره فسلم علیه ودعا بحضرته، وکان یعرف الإجابة، وأخبرنا مشایخنا قدیما أنهم رأوا من کان قبلهم یفعله''

میں نے اہل علم وفضل کی ایک جماعت کو دیکھا کہ ان کو جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو وہ (صحابی جلیل حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کی قبر کا قصد کرتے ہیں، آپ پر سلام پیش کرتے ہیں اور آپ کے حضور (آپؓ کی قبر کے پاس) دعا کرتے ہیں، اور انہیں ان کی دعا کی قبولیت کا پتہ چل جاتا، نیز ہمارے پرانے اساتذہ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنے سے پہلے والوں کو بھی ایسا کرتے دیکھا ہے۔(الآحاد والمثاني لابن ابی عاصم: ج۱:ص۱۶۳)

الغرض ائمہ کی ایک جماعت نے قبروں سے فیض وتبرک حاصل کیا ہے اور وہ اس کے قائل بھی ہیں۔

نیز اگر کوئی قبروں سے فیض کا انکار کرے، تو وہ دلیل ظنی کا انکار کرے گا۔(دیکھیے ص:، نیز دیکھیے مجلہ دفاع اسلاف: اشاعت نمبر: ص) مگر قائلین کو بدعتی یا گمراہ قرار دینا غیر صحیح بلکہ دین میں تشدد ہے، کیونکہ قبروں سے فیض حاصل کرنا احادیث اور آثار سلف صالحین و ائمہ سے مخصوص شرائط کے ساتھ ثابت ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

اور پھر معترض حضرات واضح کریں، جو ائمہ قبروں سے فیض وتبرک کے قائل ہیں، کیا وہ بھی بدعتی اور گمراہ ہیں؟؟؟؟[نعوذ باللہ]

الحدیث "من قرأسورۃ الواقعۃ في کل لیلۃ لم تصبه فاقۃ أبدا" کی تحقیق۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

کچھ دن پہلے ایک عالم دین مولانا محمد یاسر عبداللہ صاحب نے محدث محمد یونس جونپوریؒ (م ۱۴۳۸ھ) کی ایک حکایت نقل کی کہ ایک سائل نے محدث جونپوریؒ سے سوال کیا کہ

حدیث ہے "من قرأسورۃ الواقعۃ في کل لیلۃ لم تصبه فاقۃ أبدا" بچپن سے میرا اس پر عمل رہا، پھر جب کچھ بڑا ہو، تو اس کے ضعف کا علم ہوا، مگر یہ سوچ کر فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل میں حرج نہیں، عمل کرتا رہا، لیکن تین سال پہلے معلوم ہوا کہ وہ شدید الضعف ہے، زیلعی نے ۴ علتیں اس کی بیان کی ہیں، انقطاع، اضطراب، ضعف رواۃ اور نکارت متن، تو میں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا، آپ کا کیا خیال ہے؟

تو جواب میں محدث جونپوریؒ نے کہا: کہ قرآن ہی تو ہے۔

یہ حکایت **مجالس محدث العصر از فیصل احمد ندوی: ص ۱۹۳** پر موجود ہے۔ اس کے بعد اس حدیث کی تحقیق کی طرف توجہ ہوئی، جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

مشہور ثقہ، مجتہد، لغوی، امام، حافظ الحدیث ابوعبید قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا عمرو بن طارق، عن السري بن یحیی، عن أبي شجاع، عن أبي ظبیۃ، عن عبد اللہ بن مسعود، قال: "إني قد أمرت بناتي أن یقرأن سورۃ کل لیلۃ، فإني سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: من قرأ سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبه فاقۃ۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے لڑکیوں کو ہر رات کو سورۃ الواقعۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ میں رسول ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ جس نے ہر رات میں سورۃ الواقعۃ پڑھا، اس کو فاقہ نہیں ہوگا۔ **(فضائل قرآن لابي عبید: ص ۲۵۷)**

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) ابوعبید قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) مشہور ثقہ، مجتہد، امام، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تقریب، الکاشف)**

(۲) عمرو بن الربیع بن طارقؒ (م ۲۱۹ھ) صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۵۰۳۰)**

(۳) السری بن یحییؒ (م ۱۶۷ھ) سنن نسائی کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۲۲۳)**

(۴) ابوشجاعؒ بھی ثقہ ہیں۔

بعض رواۃ نے اس روایت میں ابوشجاع کے بجائے صرف شجاع نقل کیا ہے۔ جس کی وجہ سے بعض ائمہ مثلاً امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) امام ابوزرعہ الرازیؒ (م ۲۶۴ھ)، امام ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ)، امام ابن عساکرؒ (م ۵۷۶ھ) وغیرہ نے ان کا نام شجاع بتایا ہے اور بعض نے ان کو مجہول قرار دیا ہے۔ **(بحر الدم لابن المبرد: ص ۷۳، حاشیہ التاریخ الکبیر للبخاری از شیخ محمود خلیل: ج ۴: ص ۲۶۲، تاریخ ابن**

عساکر: ج ۳۳: ص ۱۸۷)

لیکن مشہور امام علل، امیر المومنین فی الحدیث، امام جرح وتعدیل، امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ)، امام ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ زین الدین العراقیؒ (م ۸۰۶ھ) وغیرہ نے السری بن یحییٰؒ (م ۱۶۷ھ) کے اساتذہ میں ابوشجاع کا ہی ذکر کیا ہے۔ (**تاریخ یحیی بن معین بروایت الدوری: رقم ۴۷۹۹، الاسماء والکنی لابی احمد الحاکم: ج ۵: ص ۲۱۱، فتح الباب لابن مندہ: ص ۴۲۳، المقتنی في سرد الکنی للذھبی: ج ۱: ص ۲۳۳۲، قرۃ العین للعراقی: ص ۱۰۱**)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے شجاع اور ابوشجاع میں ابوشجاع کو ہی راجح قرار دیا ہے۔ (**لسان المیزان: ج ۹: ص ۹۱**)، ان کے مشہور شاگرد حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے بھی ان کی تائید کی ہے۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۵: ص ۲۱۸**)،

پھر ان سب کے باوجود السری بن یحییٰؒ (م ۱۶۷ھ) نے اپنے اسی شیخ سے ایک اور روایت نقل کی ہے اور اس روایت میں انہوں نے "ابوشجاع" اور "ابوطیبہ" ہی کہا ہے۔ (**الاسماء والکنی للدولابی: ج ۲: ص ۶۸۵، کتاب الدعاء للطبرانی: ص ۴۳۰، قرۃ العین للعراقی: ص ۱۰۱، تاریخ یحیی بن معین بروایت الدوری: رقم ۴۷۹۹، الاسماء والکنی لابی احمد الحاکم: ج ۵: ص ۲۱۱، فتح الباب لابن مندہ: ص ۴۲۳، توضیح المشتبہ لابن ناصر الدین: ج ۶: ص ۳۴، وغیرہ**)

لہذا راجح "ابوشجاع" ہے۔

اور پھر "ابوشجاع" کا تعین کرتے ہوئے، امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ زین الدین العراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ)، حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) وغیرہ نے کہا کہ اس سے مراد سعید بن یزید الاسکندریؒ (م ۱۵۴ھ) ہے۔ (**الاسماء والکنی لابی احمد الحاکم: ج ۵: ص ۲۱۱، المقتنی في سرد الکنی للذہبی: ج ۱: ص ۲۳۳۲، قرۃ العین للعراقی: ص ۱۰۱، لسان المیزان: ج ۴: ص ۲۳۵، کتاب الثقات للقاسم: ج ۵: ص ۲۲۲**)،

خلاصہ صحیح اور راجح ابوشجاع ہے اور اس سے مراد سعید بن یزید الاسکندریؒ (م ۱۵۴ھ) ہے۔ واللہ اعلم

(۵) ابوطیبہؒ [۱] صدوق ہیں۔

ابوشجاع کے استاذ کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ کیونکہ اس روایت کے روات ان کا مختلف نام ذکر کرتے ہیں، بعض ابوطیبہ کہتے ہیں، بعض ابوظبیہ اور بعض ابوفاطمہ بھی کہتے ہیں۔

لیکن راجح قول میں ان کا نام "ابوطیبہ" ہے اور یہی قول امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ)، امام ابوزرعہ الرازیؒ (م ۲۶۴ھ)، امام ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ)، امام ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷ھ)، امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ)، امام ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ)، امام ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ زین الدین العراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ)، حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) وغیرہ کا ہے۔ (**تاریخ یحیی بن معین بروایت الدوری: رقم ۴۷۹۹، بحر الدم لابن**

---

(۱) کتاب فضائل قرآن لابی عبید کی سند میں ابوظبیہ لکھا ہے۔ لیکن راجح ابوطیبہؒ ہے، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔

المبرد: ص ۳۷، حاشیۃ التاریخ الکبیر للبخاری للشیخ محمود خلیل: ج ۴: ص ۲۶۲، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۴: ص ۳۸۷، الاسماء والکنی لابی احمد الحاکم: ج ۵: ص ۲۱۱، فتح الباب لابن منده: ص ۴۲۳، تاریخ ابن عساکر: ج ۳۳: ص ۱۸۷، المقتنی في سرد الکنی للذهبی: ج ۱: ص ۳۳۲، قرۃ العین للعراقی: ص ۱۰۱، لسان المیزان: ج ۹: ص ۹۱، کتاب الثقات للقاسم: ج ۵: ص ۲۱۸)

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے بھی ان کا نام ابوطیبہؒ بتایا ہے۔ (المؤتَلِف و المختَلِف: ج ۳: ص ۱۴۷۶)

اور یہ بھی یاد رہے کہ اس روایت کے علاوہ ایک دوسری حدیث میں بھی ابوشجاع کے استاد کا نام ''ابوطیبہ'' ہی آیا ہے، دیکھئے ص: ۔

خلاصہ یہ کہ ان کا نام ابوطیبہؒ ہے اور ان کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

۱- امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) ان کو مجہول کہتے ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۴: ص ۲۳۵، المغنی للذہبی: رقم ۴۷۴۴)

۲- حافظ ابونعیم ابن الحدادؒ (م ۵۱۷ھ) نے کہا کہ وہ مقداد بن الاسود کے شاگرد ابوظبیہ الکلاعی الحمصیؒ ہیں۔ اور ابن قطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ) نے اس کا احتمال بتایا ہے۔ (لسان المیزان: ج ۹: ص ۹۱)،

ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ ''ابوظبیہ الحمصی'' کو ''ابوطیبہ'' بھی کہتے ہیں۔ (تقریب: رقم ۸۱۹۲)، اور یہاں ابوشجاع کے شیخ کو بھی ابوطیبہ اور ابوظبیہ کہا گیا ہے۔

۳- امام ابوابوزرعہ الرازیؒ (م ۲۶۴ھ)، امام ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ)، امام ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷ھ)، امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) وغیرہ کے نزدیک ابوطیبہؒ سے مراد ابوطیبہ، عیسی بن سلیمان الجرجانیؒ (م ۱۵۳ھ) ہے۔ (حاشیۃ التاریخ الکبیر للبخاری للشیخ محمود خلیل: ج ۴: ص ۲۶۲، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج ۴: ص ۳۸۷، المؤتَلِف و المختَلِف: ج ۳: ص ۱۴۷۶، لسان المیزان: ج ۹: ص ۹۱)

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت کی ایک سند میں ''ابوطیبہ'' کے نام کے ساتھ الجرجانی کا اضافہ آیا ہے۔ (لسان المیزان: ج ۹: ص ۹۱)، اور ابوطیبہ الجرجانی سے مشہور عیسی بن سلیمان ہے۔

۴- امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ)، امام ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، حافظ زین الدین العراقیؒ (م ۸۰۶ھ) وغیرہ کے نزدیک ابوطیبہ الجرجانیؒ ایک مستقل راوی ہے۔ جو کہ ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ وغیرہ کے شاگرد اور ابوشجاع، سعید بن زید کے استاد ہے۔ (فتح الباب لابن منده: ص ۴۲۳،، الکامل: ج ۶: ص ۴۵۰، الاسماء والکنی لابی احمد الحاکم: ج ۵: ص ۲۱۱، المقتنی في سرد الکنی للذهبی: ج ۱: ص ۳۳۲، قرۃ العین للعراقی: ص ۱۰۱) اور یہ ابوطیبہ، عیسی بن سلیمان الجرجانیؒ (م ۱۵۳ھ) کے علاوہ ہے۔

اور حافظ زین الدین العراقیؒ (م ۸۰۶ھ) ان کو صدوق مانتے ہیں۔ (قرۃ العین للعراقی: ص ۱۰۱) [۱]

---

(۱) حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے کہا:

أخبرني عبد الله بن محمد بن إبراهيم المقدسي - رحمه الله - بقراءتي عليه بسفح قاسيون بالإسناد المتقدم إلى الطبراني،

راجح قول:

امام العلل، امیر المومنین فی الحدیث، امام الجرح والتعدیل، امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) ''ابوطیبہ الجرجانی'' کا نام اسماعیل ذکر کیا ہے۔(**فتح الباب لابن منده: ص ۴۲۳، توضیح المشتبہ لابن ناصر الدین: ج۶: ص ۳۴**) یعنی ابوطیبہ کا پورا نام ''ابوطیبہ، اسماعیل الجرجانی'' ہے۔

معلوم ہوا کہ ائمہ علل ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن ابی حاتم، دارقطنی، ابن حجر رحم اللہ علیہم نے جس ابوطیبہ الجرجانی سے عیسی بن سلیمان مراد لیا ہے وہ غیر صحیح ہے۔ بلکہ یہاں پر ان کے علاوہ ''ابوطیبہ، اسماعیل الجرجانی'' مراد ہے۔

لہذا صحیح قول یہ ہے کہ ''ابوطیبہ الجرجانی'' عیسی بن سلیمان کے علاوہ ایک دوسرے راوی ہے، جن کا پورا نام ''ابوطیبہ، اسماعیل الجرجانی'' ہے اور وہ صدوق ہیں۔ جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

(۶) ابوعبدالرحمٰن، عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(**تقریب**)

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، واللہ اعلم

اور حافظ عبدالحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے۔(**الاحکام الوسطی: ج۱: ص۶۶، ج۴: ص۳۲۷**)

وضاحت:

یہ روایت کئی کتابوں میں موجود ہے، جیسا کہ مصنف مجالس محدث العصر نے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔(**ص: ۱۹۳، حاشیہ**)، اور یہ بھی جیسا کہ گزر چکا کہ مشہور حافظ الحدیث اور صدوق، امام ابومحمد الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے اس روایت کی ''۴'' علتیں ذکر کی ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

فقد تبين ضعف هذا الحديث من وجوه

أحدهما الانقطاع كما ذكره الدارقطني وابن أبي حاتم في علله نقلا عن أبيه

والثاني نكارة متنه كما قال أحمد

حدثنا يحيى بن عثمان بن صالح، حدثنا سعيد بن أبي مريم، حدثنا السدي بن يحيى، حدثنا أبو شجاع عن أبي طيبة عن ابن عمر: أن جبريل عليه السلام أتى النبي - صلى الله عليه وسلم - فعلمه هذا الدعاء: يا نور السموات والأرض، ويا جبار السموات والأرض، ويا عماد السموات والأرض، ويا ذا الجلال والإكرام، ويا صريخ المستصرخين، ويا غوث المستغيثين، ويا منتهى رغبة الراغبين، والمفرج عن المكروبين، والمروح عن المغمومين، ومجيب دعوة المضطرين، وكاشف السوء وأرحم الراحمين وإله العالمين ننزل بك كل حاجة هذا حديث حسن ۔(قرۃ العین للعراقی: ص۱۰۱)

اس روایت کو حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے حسن کہا اور محدثین کا اصول ہے کہ کسی غریب حدیث کی تصحیح وتحسین اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(**نصب الرایۃ للزیلعی: ج۱: ص۱۴۹، ج۳: ص۲۶۴**)

لہذا اس حدیث کے تمام روات حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہیں۔

والثالث ضعف رواته كما ذكره ابن الجوزي

والرابع الإضطراب فمنهم من يقول أبو طيبة بالطاء المهملة بعدها ياء آخر الحروف كما ذكره الدارقطني ومنهم من يقول بظاء معجمه بعدها باء موحده ومنهم من يقول أبو فاطمة كما ذكرهما البيهقي ومنهم من يقول أبو شجاع ومنهم من يقول عن أبي شجاع وقد اجتمع على ضعفه الإمام أحمد وأبو حاتم وابنه والدارقطني والبيهقي وابن الجوزي تلويحا وتصريحا والله أعلم۔ (تخریج احادیث الکشاف: ج ۳: ص ۴۱۳-۴۱۴، التیسیر للمناوی: ج ۲: ص ۴۳۷، وغیرہ)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ تمام علتیں ائمہ محدثین کے اصول کی روشنی میں صحیح نہیں ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلی علت: (اس روایت کے رواۃ ضعیف ہے)

حافظ زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے نقل کیا کہ حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے اس روایت کے رواۃ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن تفصیلی طور پر گزر چکا کہ اس روایت تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں۔

دوسری علت: (یہ روایت میں انقطاع ہے)

جن ائمہ علل مثلاً ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن ابی حاتم، دارقطنی، ابن حجر رحم اللہ علیہم نے ابوطیبہ الجرجانی سے عیسی بن سلیمان مراد لیا ہے، انہوں نے اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے۔ کیونکہ ابوطیبہ عیسی بن سلیمانؒ (م ۱۵۳ھ) کا سماع ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں ہے۔

لیکن جیسا کہ ثابت کیا گیا کہ یہاں پر ''ابوطیبہ الجرجانی'' سے عیسی بن سلیمان مراد نہیں ہے۔ بلکہ ان کے علاوہ ایک دوسرے راوی ہے، جن کا پورا نام ''ابوطیبہ، اسماعیل الجرجانی'' ہے اور وہ صدوق ہیں اور ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ وغیرہ کے شاگرد ہے، جیسا کہ ائمہ جرح وتعدیل نے صراحت کی ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔

لہذا اس کو منقطع کہنا محل نظر ہے۔

تیسری علت: (اس روایت میں اضطراب ہے)

ائمہ محدثین کا اصول ہے کہ مضطرب روایت میں اگر ترجیح ممکن ہو تو وہ روایت مضطرب نہیں ہوگی۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ص ۹۴، تقریب للنووی: ص ۴۵)

اور ہم نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا کہ السری بن یحییؒ (م ۱۶۷ھ) کے شیخ اور شیخ الشیخ کے تعلق سے ائمہ علل وائمہ جرح وتعدیل اور دیگر حضرات متفق ہے کہ ان کے شیخ ''ابوشجاع'' ہے اور شیخ الشیخ ''ابوطیبہ'' ہے اور وہ دونوں مقبول بھی ہیں۔

لہذا جب ترجیح ثابت ہوچکی، تو اس روایت کو مضطرب کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

چوتھی علت: (متن کا منکر ہونا)

امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) کا پورا قول ملاحظہ فرمائیں:

قال احمد: هذا حديث منكر وشجاع والسري لا أعرفهما۔ (العلل المتناهية في الأحاديث الواهية: ج ۱: ص

۱۰۵)[۱]

امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) نے اس روایت کو منکر کہنے کے ساتھ ساتھ، اس کے "۲" راوی کو مجہول بھی قرار دیا ہے۔ جب کہ اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔

اور امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) اپنی اصطلاح میں سند کے تفرد پر بھی منکر کا اطلاق کرتے ہے۔ (**ہدی الساری مقدمہ فتح الباری: ص ۴۳۷**)

لہذا یہاں پر منکر تفرد کے معنی میں ہے۔ کیونکہ یہ سند غریب ہے تو اس سے روایت کا ضعف کہاں ثابت ہوگا؟؟

خلاصہ یہ کہ یہ تمام علتیں ائمہ محدثین کے اصول کی روشنی میں صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث حسن معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کا حوالہ گزر چکا۔ واللہ اعلم

---

(۱) اس قول میں سری کا ذکر محل نظر ہے، کیونکہ دیگر ائمہ کے نزدیک، امام احمدؒ کے اس قول "**لا أعرفهما**" کا مصداق شجاع اور ابو طیبہ ہے، دیکھئے **ص: ۱۵**۔ واللہ اعلم